ماخذ

کتب

آنحضورؐ کے نقش قدم پر ' حرم نبویؐ ' پروفیسر عبدالرحمان عبد ' جنگ پبلشرز لاہور ' ستمبر ۱۹۹۱ء
آئینہ حجاز ' راجہ محمد شریف بی اے ' زاہد اکیڈمی ' اکتوبر ۱۹۷۰ء
ارض تمنا ' مکہ و مدینہ ' غلام الثقلین نقوی ' فیروز سنز ' لاہور ' ۱۹۸۸ء
پاکستان سے دیار حرم تک ' نسیم حجازی ' قومی کتب خانہ ' لاہور ' جنوری ۱۹۸۰ء
تذکرہ حجاز ' بریگیڈئر گلزار احمد ' مکتبہ المختار ' راولپنڈی ' جمادی الاول ' ۱۴۰۲ھ
حدیث حرم ' محمد ذاکر علی خان ' علی گڑھ ایجوکیشنل سوسائٹی کراچی ' س ۔ ن
سورج کے ساتھ ساتھ ' ذکیہ ارشد حمید ' مکتبہ ہمزبان ' کراچی ۔ ۱۹۸۸ء
شہاب نامہ ' قدرت اللہ شہاب ۔ سنگ میل پبلی کیشنز ' لاہور ' بار چہارم جنوری ۱۹۸۸ء
کاروان حجاز ' ماہر القادری ' مرکزی مکتبہ اسلامی ' دہلی ' مئی ۱۹۷۶ء
کراچی سے گنبد خضرا تک ' ڈاکٹر ایچ بی خان ' الحمد اکادمی کراچی ' ۱۹۸۶ء
طوفان سے ساحل تک ' محمد اسد سابق لیوپولڈویس ' مترجم محمد الحسنی ' مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ ' جنوری ۱۹۶۱ء
مرحبا الحاج ' محمد ذاکر علی خان ' علی گڑھ ایجوکیشنل سوسائٹی پاکستان کراچی ' اکتوبر ۱۹۷۶ء
مسافر حرم ' کرنل غلام سرور ' مطبوعات حرمت ' راولپنڈی ' ۱۹۸۳ء

رسائل

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ' اپریل مئی ۱۹۶۱ء / شوال ۱۳۸۰ھ
ایضاً ' حج نمبر ' شعبان و رمضان شوال ۱۳۶۹ھ
ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ' ستمبر ۱۹۷۸ء جنوری ۱۹۸۲ء نومبر ۱۹۸۳ء

اسلامی فلاحی ریاست

اسوۂ حسنہ کی روشنی میں

ڈاکٹر شیر محمد زمان

قومی سیرت کانفرنس منعقدہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۹۲ء کو ڈاکٹر موصوف نے کانفرنس کیلئے تحریر کئے گئے مقالات کا خلاصہ آخری نشست میں پیش فرمایا۔ جس کی افادیت کے پیش نظر ہم یہ مقالہ قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔ (مدیر)

۱۹۷۶ء میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس کے انعقاد کے بعد وزارت مذہبی امور ۱۹۷۷ء سے مولدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و سعید موقع پر ہر سال قومی سطح پر علمی مجالس و مذاکرات کا اہتمام کرتی رہی ہے۔ پچھلے چند سالوں سے اس مبارک تقریب کا ایک اہم پہلو یہ رہا ہے کہ سیرت طاہرہ کے کسی مخصوص گوشہ پر یا سیرت طیبہ کے حوالے سے کسی عصری موضوع پر مقالات کی دعوت دی جاتی ہے اور ماہرین کی رائے میں جن تحریروں کو امتیازی حیثیت کا حامل گردانا جاتا ہے ان کے فاضل مصنفین کو خصوصی انعامات پیش کئے جاتے ہیں۔ اور ان کی عالمانہ تحریریں یا ان کے اہم اقتباسات کانفرنس کے جلسہ مقالات میں پیش کئے جاتے ہیں۔ سال رواں میں وزارت کی طرف سے علماء اور دانشوروں کے لئے مقالے کا عنوان "اسلامی فلاحی مملکت کے قیام کے لئے عملی تجاویز تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں" مشتہر کیا گیا تھا۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر وزارت نے فیصلہ کیا کہ ان مقالات میں دی گئی تجاویز پر مبنی ایک خصوصی خطبہ کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں پیش کیا جائے۔ یہ خدمت خاکسار کے سپرد کی گئی، چنانچہ مخدوم گرامی مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے ارشاد کی تعمیل میں یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوں۔ گو یہ حقیقت ہے، رسمی کسر نفسی نہیں، کہ ناچیز کو علم و حکمت یا دانش و بینش کا کچھ دعویٰ نہیں۔ کوئی وجہ افتخار ہے تو سید و سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستگی اور سیرت طاہرہ کے ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کا شرف۔

وطن عزیز کے تمام علاقوں کے علماء کرام اور محققین کی طرف سے کل ترا سی مقالات موصول ہوئے تھے کم و بیش دو ہزار صفحات پر مشتمل ان تحریروں میں اسلامی فلاحی ریاست کی دستوری بنیادوں 'دفاعی و خارجی حکمت عملی 'داخلی انتظامی امور' عدل و انصاف 'اجتماعی کفالت 'تعلیم وصحت' مساوات اور حقوق انسانی کے تحفظ کے بارے میں تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ افادیت اور عملیت کے لحاظ سے ان تجاویز کا درجہ متفاوت ہے ۔ میں نے کوشش کی ہے کہ جن تجاویز کا تعلق ریاست کے فلاحی پہلوؤں سے ہے 'انہیں خصوصیت سے پیش نظر رکھا جائے۔

مناسب ہوگا کہ گفتگو کے آغاز میں ہی ایک اہم نکتہ کی تصریح کردی جائے ۔ دور جدید میں فلاحی ریاست کی متعدد تعبیریں کی گئی ہیں ۔ ان نظریات اور اصطلاحی تعریفوں کی تفاصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ نہایت اختصار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ریاست کے شہریوں کی تمام ضروریات کی فراہمی اور مادی بہبود ان کا مرکزی نقطہ ہے ۔ خوراک' لباس' رہائش' تعلیم' صحت عامہ وغیرہ سب اس کے دائرہ میں آتے ہیں۔ اس فلاحی تصور کے یہ سب عناصر اسلامی ریاست کے نمایاں ارکان بھی ہیں۔ اس ضمن میں کوئی فرق ہے تو یہی کہ مغرب میں ان تصورات کی تاریخ زیادہ سے زیادہ تین سو سال پرانی ہے اور اس کا عملی نفاذ تو ماضی قریب کی بات ہے۔ سویڈن ' ناروے ' ڈنمارک ' برطانیہ کے نام بطور مثال لئے جاسکتے ہیں مگر اسلامی تاریخ میں یہ نظام خلافت راشدہ میں ہی مستحکم ہو چکا تھا ۔ حضرت عمر فاروقؓ کا مشہور قول کہ فرات کے کنارے پر کوئی کتا بھی بھوک سے مرجائیگا تو عمر سے اس کی پرسش ہوگی' فلاح کے ہمہ گیر اور آفاقی نظریہ کی وضاحت کرتا ہے ۔ مزید براں انسان کی حقیقی فلاح کا تعین اسلامی معاشرہ میں قرآن و سنت کی قائم کردہ حدود و قیود کی حفاظت میں ہے۔ سیکولر نظام کی یہ آزادی یہاں نہیں کہ جس چیز کو پارلیمنٹ جائز قرار دے' وہی نافذ العمل ٹھہرے گی ۔ اس نظریے کے ابطال کے لئے مغربی پارلیمانی اداروں کے بعض ایسے حالیہ قوانین کا حوالہ دیا جاسکتا ہے جن کا صراحت سے ذکر بھی میں اس مجلس کے تقدس کے خلاف سمجھتا ہوں ۔

مگر فلاحی ریاست کے جدید سیکولر تصور اور اسلامی نظریہ میں سب سے اہم فرق جو ایک اسلامی ریاست کو ایک عام فلاحی ریاست سے ممیّز کرتا ہے 'انسان کی اخلاقی و روحانی ضروریات کا وہ اہتمام ہے جو فلاح آخرت کے ابدی تصور سے وابستہ ہے ۔ افراد اور معاشرہ کو دنیوی خیروبرکت اور آسودگی کے ساتھ ساتھ فلاح آخرت کے راستے پر گامزن رکھنا بھی اسلامی فلاحی ریاست کی

ذمہ داری ہے ۔ اب ان تجاویز کے اجمالی ذکر کی طرف آتے ہیں جو ریاست کے مختلف فلاحی پہلوؤں سے تعلق رکھتی ہیں۔

عدل و انصاف

قوموں اور حکومتوں کی بقاء ' استحکام ' ترقی اور کامیابی کا دارومدار قیام عدل پر ہے "قرآن مجید" میں "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان" اور "واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل" کے ارشادات ربانی عدل کی اہمیت کو واضح کررہے ہیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اور آپ کے خلفائے راشدین کے طرز حکومت پر نگاہ ڈالیں تو بے لاگ عدل ہی ان حکومتوں کا بنیادی رکن رکین نظر آتا ہے ۔ عدل جو اپنے 'بیگانے 'مسلم و غیرمسلم' عربی یا عجمی ' امیراور غریب سب کے لئے یکساں اور بلاامتیاز تھا ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی ہر مسلمان حکمران کے لئے نشان راہ ہے ۔ آپ نے فرمایا:

"الملک یبقیٰ مع الکفرولایبقی مع الظلم"

ترجمہ: کفر کی حکومت (عدل کے ساتھ) قائم رہ سکتی ہے مگر ظلم کے ساتھ کوئی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔

عدل کے ضمن میں سب سے پہلا مقام معاشرتی عدل کا ہے ۔ مساوات اور احترام آدمیت اسلامی معاشرہ کا وہ امتیاز ہے جس کی نظیر ساتویں صدی سے لے کر بیسویں تک کی تاریخ میں کوئی اور مذہب یا تمدن پیش نہیں کر سکتا ۔ خطبہ حجتہ الوداع میں انسانی حقوق کا جو چارٹر عطا کیا گیا اس میں فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ کو قرار دیا گیا۔

"ان اکرمکم عنداللہ اتقکم" (قرآن کریم ۴۹:۱۳) مساوات محمدی کے داعی اسلامی معاشرہ و ریاست کو ذات پات قبیلہ کے لاحقوں اور تفاخر (حتیٰ کہ) گاڑیوں پر بھی عہدہ و منصب کی نمائش کی قطعی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے کیونکہ انہیں پہچان کے لئے نہیں تفاخر کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے اس محمدی چارٹر کی پیروی میں ہر طبقہ کے قائدین کا اسلامی فریضہ ہے کہ وہ زبان ' علاقائیت فرقہ واریت جیسے تمام تعصبات کے خلاف جہاد کے لئے کمربستہ ہو جائیں ' اجتماعی عدل کا بنیادی تقاضا ہے کہ کسب معاش ' تعلیم ' علاج ' حصول انصاف وغیرہ کے مواقع ریاست کی طرف سے ہر شہری کو یکساں طور پر مہیا کرنے کا

اہتمام کیا جائے۔

معاشی عدل

معاشی عدل فلاحی مملکت میں اجتماعی عدل کا سب سے اہم اور محسوس مظہر ہے معاشی ناہمواریوں کا سد باب اور مملکت کے ہر فرد کو بنیادی انسانی ضروریات کی فراہمی اسلامی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے ۔ معاشی ناانصافی طرح طرح کی عصبیتوں کو جنم دیتی ' اخلاقی بے راہ روی پیدا کرتی اور امن عامہ کے لئے خطرات اور فساد کے راستے کھولتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ :

۱) ہر شہری کو صلاحیت و استعداد کے مطابق یکساں روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں ۔ تنخواہوں کا اہلیت اور بنیادی ضروریات کی بنیاد پر تعین کر کے ان کے تفاوت کو متوازن بنایا جائے۔

۲) ارتکاز دولت کے سدباب کے لئے زکوٰۃ و عشر اور عدل وانصاف پر مبنی ٹیکسوں کا موثر نظام رائج کیا جائے۔ اس ضمن میں کسی طبقے (تاجر 'صنعت کار ' زراعت پیشہ یا ملازمت پیشہ) یا کسی فرقے کے ساتھ کوئی امتیاز یا استثناء نہ برتا جائے ۔ زکوٰۃ فنڈز اور دیگر عطیات سے بیت المال کا دائرہ کار وسیع کر کے بیکار 'معذور اور مستحق افراد کی بحالی کے پروگرام مرتب کئے جائیں اور کفالت عامہ کا منظم ادارہ وجود میں لایا جائے تاکہ مستحقین خود زکوٰۃ دینے والوں کی صف میں شامل ہو سکیں۔ کفالت عامہ کے اس ہمہ گیر نظام کے لئے یہ مثال روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بوڑھے ذمی کو خیرات مانگتے دیکھ کر اس کا جزیہ معاف کر کے وظیفہ مقرر فرما دیا تھا ۔

۳) مشارکت و مضارب اور تجارت کے دوسرے جائز طریقوں کی سرپرستی کی جائے۔ ربا جسے قرآن نے اللہ اور رسول صلعم کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف قرار دیا ہے اس کا خاتمہ کیا جائے۔ اس کے لئے ایک طرف تعلیمی و تحقیقی منصوبوں کے ذریعے ایسے افراد پیدا کئے جائیں جو اسلامی معیشت پر مبنی ادارے منظم کرنے اور منفعت بخش بنیادوں پر چلانے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں' تو دوسری طرف سودی معیشت پر مبنی اداروں اور سکیموں کے متبادل وجود میں لائے جائیں۔ بین الاقوامی سطح پر مقصد کے حصول کے لئے اسلامی ممالک اور مغربی ممالک میں مقیم

مسلم ماہرین اور سرمایہ کاری کے مسلم اداروں کا تعاون حاصل کیا جائے۔ معیشت کے نظام کو اسلامی نہج پر استوار کرنے کے لئے یہ کام جتنا اہم اور ناگزیر ہے اتنا ہی نازک بھی ۔ اس کے لئے مخلصانہ محنت، تفکر اور تحمل کی ضرورت ہے ۔ علماء، دانشوروں، محققین، تاجروں، بنک کاروں، صنعت کاروں اور سیاسی کارکنوں کی طرف سے محض تنقید و تنقیص کی بجائے مخلصانہ اور تعمیری فکری و عملی تعاون درکار ہے ۔ اسلامی نظام معیشت جو قریبا دو صدیوں سے معطل ہے اس کا ایک ایسے دور میں از سر نو احیاء جب عالمی افق پر ہر جگہ سرمایہ دارانہ نظام مسلط ہے آسان کام نہیں اور اس کے لئے عزم صمیم و قوت ایمانی کے ساتھ پوری قوم کے تعاون بلکہ پورے عالم اسلام کی شرکت کی شدید ضرورت ہے ۔

۴) حکومتی اداروں میں اسراف کی روش کا سختی سے محاسبہ کرکے عملی تدارک کیا جائے۔ اعلیٰ ترین مناصب پر فائز اکابر پر خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے ذاتی اور سرکاری اخراجات میں اسلامی اعتدال کی عملی مثال قائم کریں ۔

۵) تمام سرمایہ کاروں کو پابند کیا جائے کہ وہ کارکنوں کے لئے بہتر حالات کار مہیا کریں۔ بالخصوص علاج معالجہ، رہائش اور تعلیم کی معیاری سہولتیں، کارخانوں میں سرمایہ اور محنت کے اشتراک کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

۶) ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری کے رجحانات کی سختی سے روک تھام کی جائے اور اشیائے صرف کی قیمتوں کو متوازن بنانے کے لئے خصوصی انتظامات کئے جائیں ۔

۷) بے مصرف سرکاری زمینوں کو چھوٹے چھوٹے قطعات میں تقسیم کرکے مناسب قیمت پر بے گھر افراد میں تقسیم کیا جائے۔

۸) آج حصول صحت کے لئے علاج معالجہ عام آدمی کی دسترس سے باہر ہے ۔ ضروری ہے کہ سرکاری ملازم ڈاکٹروں کی پرائیویٹ پریکٹس پر پابندی عائد کی جائے ۔ اور انہیں ہسپتالوں میں اضافی خدمات کی بجا آوری کے لئے خصوصی مراعات دی جائیں ۔ دیہات میں رہنے والوں کی طبی سہولتوں سے محرومی کا ازالہ کیا جائے ۔ علاج معالجہ کی سہولتیں زیادہ عام کرنے کے لئے طب یونانی اور ہومیو پیتھک طریق علاج کی بھی سرپرستی کی جائے ۔

عدالتی عدل

کے ضمن میں قرآن مجید کا یہ فرمان ہمارا راہنما اصول ہونا چاہئے'

"ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی"

(اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو' عدل کرو یہی قرین تقوی ہے یعنی یہی تقوی کا تقاضا ہے)

کسی قسم کا کوئی نسبی لسانی' معاشی یا سیاسی تعلق عدل و انصاف کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہئے۔ ایک قریشی عورت پر چوری کی حد کے بارے میں حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کی سفارش پر حضورؐ کا ارشاد گرامی نفاذ عدل میں مساوات کی درخشندہ مثال ہی نہیں' اسلامی ریاست اور معاشرہ کے لئے ایک واجب التقلید نمونہ ہے۔

عدالتی نظام کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ :

١ ۔ عدالتوں کی بہت ساری درجہ بندیاں ختم کرکے عدالتی نظام کی اس طرح از سر نو تنظیم کی جائے کہ مقدمہ بازی کا طویل اور لامتناہی سلسلہ ختم اور حتمی انصاف جلد اور سستا ملنے کا معقول اہتمام یقینی بنا دیا جائے۔

٢ ۔ خلافت راشدہ کے نمونہ اور پاکستان کے آئین کے مطابق انتظامیہ اور عدلیہ کو الگ کرنے کا عمل تیزی کے ساتھ موثر طریقے سے مکمل کیا جائے۔

٣ ۔ مقدمات کے فیصلوں میں غیر ضروری تاخیر کو ختم کیا جائے ۔ اس ضمن میں سپریم کورٹ کے حالیہ اقدامات کی تقلید کے علاوہ بعض امور انتظامی سطح پر ضروری ہیں مثلاً" تمام سطحوں پر منصفین کی مطلوبہ تعداد کا تقرر' مقدمات بلاوجہ مناسب وقت پر نہ نمٹانے کو منصب کی کارکردگی اور آئندہ ترقی میں منفی پوائنٹ شمار کرنا۔

٤ ۔ ہر شہری کے لئے عدل و انصاف کی فراہمی ریاست کاایک مقدس فریضہ ہے ۔ اسلامی ریاست میں ہر فرد کا بنیادی حق ہے کہ اس کے ساتھ کسی نوعیت کی کوئی بے انصافی ہو تو وہ حصول انصاف کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکے ۔ اس حق کے حصول پر کوئی Price Tag نہیں لگایا جاسکتا ۔ اس لئے تمام مقدمات میں خواہ مقدمہ کسی نوعیت' فوجداری ہو یا دیوانی' کسی قسم کی اشامپ ڈیوٹی یا کورٹ فیس کی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔

اس ضمن میں ایک اور اہم مسئلہ وکلاء کے پیشے کی اسلامی خطوط پر تنظیم نو ہے۔ مدعی یا مدعا

علیہ دونوں کے موقف اور مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کی تصریح کے لئے اعلیٰ عدالتوں سمیت ہر سطح پر غیر جانبدار قانونی ماہرین اور مستند و باصلاحیت علماء کو بطور مستشار طلب کیا جائے ۔ اس کا بار فریق مقدمہ پر ڈالنا حصول انصاف کے حق کی نفی ہے ۔

اس سلسلے میں یہ تجویز بھی سامنے آئی ہے کہ ہر صوبے میں ایک ٹرسٹ (وقف) قائم کیا جائے جو مقدمات میں "مستحق" لوگوں کے عدالتی اخراجات کا ذمہ دار ہو ۔ ایک اور تجویز یہ پیش کی گئی ہے کہ جو شخص عدالتی اخراجات کا متحمل نہ ہو سکتا ہو وہ سادہ کاغذ پر عدالت کو درخواست دے سکے اور عدالت اسے اخراجات سے مستثنیٰ کرنے کی مجاز ہو ۔ مگر ان دونوں تجاویز کے انتظامی مضمرات کا جائزہ لینا ضروری ہے ۔ مزید براں مفت انصاف کی فراہمی کے تقاضے بھی اس طرح کما حقہ پورے نہیں ہوتے ۔

۵ ۔ مذکورہ صدر تجاویز کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر ان اقدامات کی عملی تنفیذ کی سفارشات پیش کرنے کے لئے ایک اسلامی عدالتی کمیشن قائم کیا جائے جو دن رات کام کر کے تین ماہ کے اندر اپنی سفارشات پیش کردے ۔ اس کمیشن میں ججوں' اچھی شہرت کے حامل ممتاز وکلاء' علماء' اساتذہ قانون' ماہرین تعلیم اور قانون ساز اداروں کے نمائندے شامل ہوں۔

۶ ۔ سرکاری محکموں کے خلاف شکایات کی سماعت کے لئے وفاقی محتسب کے ادارے کو مزید محکم اور بااختیار بنایا جائے اور اس کے دائرے کو بلا تاخیر ہر صوبے کے صدر مقام سے مزید توسیع دیتے ہوئے ضلعی سطح تک پہنچایا جائے ۔ اسی طرح صوبائی محکموں کے خلاف شکایات کے لئے بھی ایسا ہی نظام احتساب بلا تاخیر ہر صوبے میں قائم کیا جائے۔

۷ ۔ قصاص و دیت کے اسلامی قوانین میں قاتلوں کی سزا میں معافی یا تخفیف کا حق صرف مقتول کے ورثاء کو حاصل ہے ۔ کوئی اور شخص اس کا مجاز نہیں ۔ اس نہایت اہم اور بنیادی مسئلہ پر قانون ساز ادارے فوری طور پر متوجہ ہوں ۔

۸ ۔ بلاامتیاز عہدہ و منصب قانون کی نظروں میں ہر شخص کی مساوی حیثیت کا اسلامی اصول' سیرت طیبہ اور خلفاء راشدینؓ کی پیروی میں موثر طور پر نافذ کیا جائے ۔

تعلیم

فلاحی ریاست کے جدید سیکولر نظام میں تعلیم ہر شہری کا بنیادی حق ہے' مگر پیغمبر اعظم و آخرعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے چودہ سو سال پیشتر "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" فرما کر حصول علم کو ہر مسلمان کا حق ہی نہیں بلکہ فریضہ قرار دے دیا۔ افسوس اور ندامت کا مقام یہ ہے کہ علم کے میدان میں امامت کا منصب تو ہم کھو بیٹھے تھے' اب خواندگی جیسے ابتدائی تعلیمی مرحلہ میں بھی ہمارا شمار دنیا کی سب سے پسماندہ اقوام میں ہوتا ہے۔ ایک اسلامی فلاحی مملکت کا یہ اولین فریضہ اور ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے وسائل بروئے کار لا کر ایسا اہتمام کرے کہ معیاری تعلیمی سہولتیں ہر سطح پر کسی امتیاز کے بغیر' محض استحقاق کی بنیاد پر' پاکستان کے ہر شہری اور اس کے بچوں کو برابری کے اصول پر مہیا کی جائیں۔ چند ضروری اقدامات پر ترجیحی کارروائی کی ضرورت ہے۔

☆ نصاب تعلیم' اور ذریعہ تعلیم' نظام تعلیم' اساتذہ کے انتخاب و تربیت اور سروس سٹرکچر کو دینی اور ملکی تقاضوں کے ہم آہنگ کیا جائے۔

☆ دستور پاکستان کے مطابق بتدریج میٹرک تک تعلیم مفت اور لازمی قرار دی جائے۔

☆ ملکی وسائل کے استعمال کیلئے دفاع کے بعد تعلیم و تحقیق کو سب سے بڑی ترجیح قرار دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ تعلیم و تحقیق کے معیار کی بلندی ہی بہتر دفاع کی ضامن ہے۔

☆ مساجد کو صحیح معنوں میں تعلیم و تربیت کے مراکز بنایا جائے۔

☆ دیہاتی علاقوں میں مدارس کے قیام پر خصوصی توجہ دی جائے اور خواتین کی تعلیم کیلئے یونیورسٹی سطح تک تعلیم کے خصوصی انتظامات کو توسیع دی جائے۔

☆ امتحانات کے سلسلے میں پائی جانے والی بدعنوانیوں کا سختی سے قلع قمع کیا جائے۔

☆ سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کے مطابق تمام تعلیمی اداروں' بالخصوص جامعات' کو سیاسی سرگرمیوں اور سیاسی جماعتوں کی طلبہ تنظیموں سے پاک کیا جائے۔

امن و امان کا قیام

☆ مدارس ' مساجد ذرائع ابلاغ بالخصوص ریڈیو' ٹیلی ویژن اور اخبارات و رسائل سے ایسے پروگرام اور مضامین کی اشاعت کا اہتمام کیا جانا چاہئے جس سے باہم محبت و مودت کو فروغ ملے اور عصبیتوں اور نفرتوں کا خاتمہ ہو۔

☆ مذہبی فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے ہر وہ عمل ممنوع قرار دیا جائے جس سے فریق ثانی کے جذبات مجروح ہونے کا اندیشہ ہو۔

☆ تمام مکاتب فکر اپنی تمام عبادات اور مذہبی رسومات کو اپنے عبادت خانوں کے اندر ادا کریں۔ سڑکوں ' گلیوں اور بازاروں میں مذہبی رسومات کی ادائیگی سے امن عامہ کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

☆ اذان کے علاوہ لاؤڈ سپیکر کے بیرونی استعمال پر پابندی لگائی جائے۔ مسجدوں ' امام بارگاہوں اور دوسرے عبادت خانوں کے اندر کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔

☆ مکاتب فکر اور مذہبی مسالک کے نمائندہ جید علماء اور دانشوروں پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیا جائے اور ان کی منظوری کے بغیر کسی اختلافی مسئلہ پر کوئی پمفلٹ ' مضمون یا کتاب شائع نہ کی جائے۔

☆ حکومتی سطح پر اتحاد بین المسلمین کیلئے قائم کردہ کمیٹی کو باقاعدہ ادارے کی شکل دی جائے اور اس کے اجلاس وقتاً فوقتاً منعقد ہوتے رہیں۔

انتظامیہ

اسلامی فلاحی ریاست کا نقشہ اور منصوبہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو ' اسے بروئے کار لانے اور نافذ کرنے والے اہلیت ' دیانت و امانت ' فرض شناسی اور احساس ذمہ داری کے اوصاف سے متصف نہ ہوں۔ جاہ و جلال کی بجائے خدمت اور سادگی ان کا شعار نہ ہو "سید القوام خادمھم" ان کا نصب العین نہ ہو ' تو وہ منصوبہ خواب ہی رہے گا۔ اسلامی فلاحی ریاست کے ثمرات و برکات سے متمتع ہونے کیلئے انتظامی مناصب پر اہل ' دیانتدار ' فرض شناس اور محنتی افراد کا تقرر اور بعد ازاں احتساب اور باز پرس کا موثر نظام دونوں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

اسلامی ریاست کا حکمران مقتدر اعلیٰ نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عامتہ المسلمین کی طرف سے اختیارات کا امین ہوتا ہے۔ کمتر سطح پر یہی حیثیت عمال حکومت کی ہوتی ہے اور اسی امانت کو خدمت کے جذبے کے ساتھ نبھانا ہی اسلامی روح کا تقاضا ہے۔

سیاسی سطح پر امیر اور عوامی نمائندگان پر سب سے کڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خلفائے راشدینؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے حکمرانوں کی تقلید کریں کھانے پینے ' رہنے سہنے کے انداز میں انہیں عوامی معیار کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ انتظامی سطح پر ہر کارکن کو خواہ وہ کیسے ہی بلند منصب پر فائز ہو شرافت و دیانت اور سادگی کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے کہ معمولی سے معمولی فرد کو بھی اس تک رسائی پانے میں کوئی دقت پیش نہ آنے پائے۔

ملازمین کیلئے تمام تربیتی کورسوں میں پیشہ ورانہ ٹریننگ کے ساتھ اخلاقی اور دینی تربیت کو یکساں اہمیت حاصل ہونی چاہئے۔ رہائشی تربیتی اداروں میں تمام سروسز کے لئے بلا تفریق سادہ طرز زندگی کا اہتمام ہو۔ شان و شوکت اور جاہ و جلال کے غیر اسلامی لوازم کو ختم ہونا چاہئے۔ بھرتی اور ترقی کیلئے اہلیت و تجربہ کے ساتھ اسلامی اقدار کی پابندی کو شرط قرار دیا جائے۔ حکام اور عوام کے درمیان فاصلہ رکھنے کے غیر اسلامی رجحان کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ سادگی اور کفایت شعاری کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ بد دیانتی اور رشوت خوری کا سختی سے قلع قمع کیا جائے۔ اس کے لئے موثر احتسابی نظام قائم کیا جائے۔ منتخب نمائندے سفارشوں کے ذریعے انتظامی فیصلوں پر اثر انداز ہونے کی بجائے سرکاری افسران و ملازمین کے محتسب اور عوامی حقوق کے محافظ کا کردار ادا کریں۔

مرکزی اور صوبائی سطح پر وزراء کے تقرر میں بھی سیاسی ضرورت کی بجائے حقیقی اور عملی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کابینہ کی تعداد میں ہر ممکن کفایت برتی جائے۔ غیر ضروری محکمے ختم کر کے کروڑوں روپے کی بچت کی جا سکتی ہے۔

ہر وزارت میں مالی امور کے مشیر کی طرح مذہبی امور سے متعلق ایک مشیر کا تقرر عمل میں لایا جائے۔

اہل علم و دانش نے اپنے مبسوط علمی مقالات میں اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کیلئے جو تجاویز پیش کی ہیں ان کو مختصراً پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان تجاویز کی عملی تنفید کیلئے

مناسب غورو خوض کے ساتھ ضروری اقدامات کئے جا سکتے ہیں مگر دنیوی فلاح و بہبود اسلامی معاشرہ کا آخری مقصود نہیں ہو سکتا ۔ فلاح آخرت ہی ہماری حقیقی منزل ہے اسی فلاح کی امید اور اسی فلاح کے لئے جد و جہد دنیا میں بھی ہماری فلاح کی ضامن بن سکتی ہے ۔

وزارت مذہبی امور کی دعوت پر موصولہ مقالات میں اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کیلئے جو تجاویز پیش کی گئیں تھیں ۔ انہیں اختصار کے ساتھ ان معروضات میں سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان تجاویز کی عملی تنفیذ کے لئے مناسب غورو خوض کے ساتھ ضروری اقدامات کئے جا سکتے ہیں مگر دنیوی فلاح و بہبود اسلامی معاشرہ کا آخری مقصود نہیں ہو سکتا ۔ فلاح آخرت ہی ہماری حقیقی منزل ہے اسی فلاح کی امید اور اسی فلاح کے لئے جد و جہد دنیا میں بھی ہماری فلاح کی ضامن بن سکتی ہے ۔ شاید ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم دعویٰ اسلام کے باوجود اخلاقی قدروں کی ٹوٹ پھوٹ اور بحران کا شکار ہیں ۔ اس بارے میں کسی ایک طبقہ کی تخصیص انصاف سے بعید ہو گی ۔ ہماری مشکلات کا واحد اور آخری حل اللہ کے اس پیغام کی طرف لوٹ جانے میں ہے جو قرآن کی شکل میں چودہ سو سال پہلے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا تھا ۔ اگر حق کی طرف یہ مراجعت "بنیاد پرستی" ہے تو ہمیں اس سے خائف ہونے کی ضرورت نہیں ۔ ہم یہ " بنیاد پرستی " چھوڑ کر بھی اہل مغرب اور بزعم خود آج کی واحد سپرپاور کی نظروں میں مقبولیت حاصل نہیں کر سکتے ۔ بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمانوں میں " بنیاد پرستی " کے جراثیم خوردبین سے بھی تلاش نہیں کئے جا سکتے ۔ مگر وہ محض مسلمان ہونے کے تشخص کی سزا بھگت رہے ہیں ۔ قانون فطرت کی نظر میں بنیاد پرستی نہیں بلکہ ضعیفی سب سے بڑا جرم ہے ۔ بوسنیا کے بے بس مسلمان " بنیاد پرستی " سے کوسوں دور ہیں مگر سربیائی نسل پرستوں کے انسانیت سوز رونگٹے کھڑے کر دینے والے مظالم کو " Ethnic Cleansing " کا نام دے دیا جاتا ہے اور لنڈن کانفرنس کی تمام ہمدردیاں " ریلیف گڈز " کی بہم رسانی تک محدود رہتی ہیں ۔ ریلیف پہنچانے والے طیاروں کو بھی نشانہ بنایا جاتا ہے تو سزا کے طور پر الٹا Sarajevo کے محصور مسلمانوں کے لئے ہی ریلیف کی کاروائیاں معطل کر دی جاتی ہیں ۔ جنوبی عراق میں شیعہ مسلمانوں ہی کے تحفظ کے نام پر یو این او کی کسی واضح تائید کے بغیر برطانوی ، فرانسیسی اور امریکی جنگی طیارے چیلوں کی طرح منڈلا رہے ہیں ۔ مگر ان میں سے چند طیارے " یو این او کی طرف سے طاقت کے استعمال کی منظوری

کے باوجود بوسنیا میں سرب جارحین کی ظالمانہ کارروائیاں ختم کرنے کے لئے نہیں بھیجے جا سکتے۔ کاش O.I.C کی کوئی متحدہ فورس ہی بوسنیا کے مسلمانوں کے دفاع کیلئے پہنچ سکتی۔

آج حامل لواء ختم نبوت ' نبی رحمت ' پیغمبر رشد و ہدایت کی ولادت کا دن ہے۔ کائنات پر باران رحمت کا دن ہے۔ ایک اسلامی ریاست کی حیثیت سے پینتالیس سالہ قومی زندگی کی خطاؤں اور لغزشوں پر ' انفرادی طور پر ' اجتماعی سطح پر ' سنجیدہ سوچ بچار اور عزم نو کا دن ہے۔ قیام پاکستان کے پینتالیس سال بعد ہم اس پاک سرزمین پر اسلامی فلاحی اداروں کے قیام کی تجاویز پر غور و فکر کے لئے جمع ہیں۔ سورۂ نور کا پیغام ہے:

وتوبوا الی اللہ جمعیا ایھالمومنون لعلکم تفلحون (۲۴ : ۳۱)

اے ایمان والو اب اللہ کی طرف لوٹ آؤ تاکہ فلاح سے ہمکنار ہو سکو۔ رحمۃ للعالمین کے صدقے مولائے کریم کی توفیق و ہدایت سے ہم دن میں پانچ بار اللہ اکبر کے اعلان کے ساتھ حی علی الفلاح کی دعوت سنتے ہیں اور رب العالمین کے دربار میں حاضر ہو کر بار بار "اھدنا الصراط المستقیم" کی التجا کرتے ہیں: رب العالمین ہمیں سیدھی راہ رکھا۔ آیئے آج اسی وقت ایک نئے عزم کے ساتھ یہ درخواست دہرائیں۔ پوری قوم اس پر آمین کہے۔ کہ سیدھی راہ ہی فلاح کی راہ ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔ بارالہا ہمیں صراط مستقیم کی' سیدھے راستے کی' ہدایت فرما۔ آمین

رحمتہ للعالمین جو ابدی نسخہ کیمیا ہمیں مرحمت فرما گئے۔ آیئے دیکھیں فلاح سے ہمکنار ہونا در مقصود ہو تو کیسے ہاتھ آتا ہے؟ پہلی شرط کا ذکر تو ابھی ہو چکا کہ اللہ کی طرف پلٹ کر ایک نئی زندگی کیلئے ایک نیا پیمان کریں۔ ایک ناقابل شکست عزم کے ساتھ اللہ کی رسی تھام لیں۔ فلاح کے نسخے کے چند اجزاء کا ذکر حکیم مطلق کے کلام سے سنئے:

فاتقوا اللہ یا اولی الالباب لعلکم تفلحون (المائدہ: ۵ : ۱۰۰)

ترجمہ: تو عقل والو خدا سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ۔

بیشتر عالم اسباب پر نظر رکھنے والے ارباب عقل کو خصوصیت سے خطاب کر کے فلاح کے کلیدی نسخہ ـــ اللہ سے تقوی ـــ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

اصبروا وصابروا ورابطوا واتقواللہ لعلکم تفلحون (ال عمران: ۳ : ۲۰۰)

رب العالمین کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو صبر و ثبات اور عزم و استقلال کا دامن پکڑو۔ اس میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرو۔ ایک دوسرے کو تقویت دو۔ اور اللہ کا تقوی اختیار کرو۔ تاکہ تم فلاح پا سکو۔

وجاهدوا في سبيله لعلكم تفلحون (۵ المائدہ) : ۳۵)

اور اس کے راستے میں جہاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

فاذكروا الاء الله لعلكم تفلحون (۷ (الاعراف) : ۶۹)

پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

واعبدوا ربكم وافعلوا الخير لعلكم تفلحون (۲۲ (الحج) : ۷۷)

اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

اور قرآن ہی کی زبان سے سنئے کہ کون لوگ ہیں جو حصول فلاح کے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

- انه لا يفلح الظالمون (۶ (الانعام) : ۲۱)
- انه لا يفلح المجرمون (۱۰ (یونس) : ۱۷)
- انه لا يفلح الكافرون (۲۸ (القصص) : ۸۲)

☆ یاد رہے کہ قرآنی مفہوم میں ظلم ضد ہے عدل کی۔ اہل لغت نے اس کے معنی "وضع الشيئي في غير موضوعه" بیان کئے ہیں یعنی کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کا مقام و محل نہیں ہے۔ سورہ لقمان میں ان کی نصیحت کا ذکر ہے گو وہ اپنے فرزند عزیز کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"يا بني لا تشرك بالله ان الشرك لظلم عظيم" (۳۱ : ۱۳)

ترجمہ: اے فرزند اللہ کا شریک نہ ٹھہرا۔ بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے ظاہر ہے اس قوی و عزیز، توانا و زبردست، جبار و قہار ہستی کے ساتھ کون اور کیسے کوئی ظلم کر سکتا ہے، شرک کو ظلم عظیم اسی معنی میں کہا گیا ہے کہ کسی مخلوق کو اللہ کا شریک ٹھہرانا گویا اسے خالق کے مقام پر رکھنا ہے۔ ظاہر ہے اس سے بڑی بے انصافی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حق کو ناحق کہنا خطاکار کو معصوم اور بے گناہ کو مجرم ٹھہرانا، جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنا، سب ظالموں کے اوصاف ہیں اور ظالم فلاح